قسط (۲)

مولانا مختار اللہ حقانی
مفتی و مدرس جامعہ دارالعلوم حقانیہ

انسانی اعضاء کی پیوندکاری اسلام کی نظر میں

(۲) دوسرا قاعدہ: مجوزین حضرات انسانی اعضاء کی پیوندکاری میں یہ قاعدہ بھی پیش کرتے ہیں کہ

إذا تعارض مفسدتان روعی أعظمهما ضرراً بارتكاب أخفهما. (الاشباہ والنظائر ۱/۲۵۸)

کہ جب دو خرابیوں کے مابین تعارض آجائے تو زیادہ نقصان وہ خرابی سے بچنے کے لئے کم تر خرابی کو اختیار کیا جائے گا۔ تو یہاں ایک طرف زندہ انسان کی جان جانے کا خوف ہے اور دوسری طرف ایک مردہ یا زندہ انسان کے اعضاء کی قطع و برید ہے تو واضح ہے کہ ان دونوں مفسدتین میں انسانی جان کا ضیاع اعظم ہے اس لئے اس قاعدہ کی رو سے پیوندکاری کے لیے قطع و برید کے اس اخف عمل کے جواز کا ثبوت ملتا ہے۔

(۳) تیسرا قاعدہ: مجوزین حضرات جواز کے لئے تیسرا قاعدہ یہ پیش کرتے ہیں، جس کی بنیاد پر اعضاء کی پیوندکاری کا جواز مہیا ہوتا ہے۔

المشقة تجلب التيسر (الأشباه والنظائر لابن نجيم ص ۲۲۶ ج ۱) کہ مشقت آسانی لاتی ہے۔ اس قاعدہ کا مقصد یہ ہے کہ مصیبت اور شدید مشقت کے وقت آسانی پیدا کرنی چاہیئے علامہ علی حیدر نے لکھا ہے یعنی ان الصعوبة

العى تعارف فی شئ تكون سبباً باعثا على تسهيل وتهوين ذلك الشي (درر الحكام ۱/۳۵)

جب صعوبت جو کسی شئ کا مقابل ہو جائے تو وہ آسانی اور تہوین کا سبب بنتا ہے۔

یا بالفاظ دیگر **يجب التوسيع وقت الضيق** (درر احکام ۱/۳۵)

یعنی تنگی کے وقت وسعت واجب ہے۔

اور یہاں پر بھی ایک شدید ضرورت کی وجہ سے تنگی واقع ہوئی ہے۔ اس لئے وسعت پیدا کرنا چاہیے۔

(۴) چوتھا قاعدہ: مجوزین حضرات چوتھا قاعدہ یہ پیش کرتے ہیں جس سے اعضاء کی پیوندکاری کا جواز معلوم ہوتا ہے "الضرر يزال" (لأشباه والنظائر ۱/۲۵۰) کہ ضرر کو زائل کیا جائے گا یہی وجہ ہے کہ فقہا کرام نے مردہ عورت کے پیٹ چاک کرنے کی اجازت دی ہے جب اسکے پیٹ میں بچہ زندہ ہو اور زندہ بچ جانے کی امید ہو۔ فقہاء نے لکھا ہے کہ **ومنها جواز شق بطن الميتة لاخراج الولد اذا كانت ترجى حياته** (الاشباہ والنظائر ۱/۲۶۰)

اس قاعدہ کی رو سے جائز ہے کہ اس مردہ انسان (حاملہ عورت) کا پیٹ چاک کر کے اس بچہ کو نکالا جائے جس کی حیات (زندگی) کی امید ہو۔ اور یہی ضرورت یہاں بھی ہے کہ ایک بیمار انسان موت و حیات کے اس کشمکش سے نکل کر دوبارہ

معمول کی زندگی بسر کرنا شروع کرے اور یہ عمل بغیر پیوند کاری کے ممکن نہیں اس لئے یہ قاعدہ بھی اس صورت کو جائز قرار دیتا ہے۔اسی طرح دوسرے فقہی قواعد مثلاً

(۵) پانچواں قاعدہ: الأمر إذا ضاق اتسع (درر الحکام ۱/۳۶) جب کسی امر میں تنگی واقع ہو جائے تو اس میں وسعت پیدا ہو جاتی ہے

(۶) چھٹا قاعدہ: درء المفاسد أولى من جلب المنافع' (درر الحکام ۱/۴۱)
مفاسد کو دور کرنا منافع کے حصول سے زیادہ بہتر ہے۔

(۷) ساتواں قاعدہ: الضرر یدفع بقدر الامکان (درر الحکام ۱/۴۲)
ضرر کو حتی الوسع دور کیا جائے گا۔

(۸) آٹھواں قاعدہ: الضرر الأشد یزال بالضرر الاخف (درر الحکام ۱/۴۰) کہ ضرر شدید کو ضرر خفیف سے زائل کیا جائے گا۔

یہ وہ قواعد ہیں جو انسانی اعضا کی پیوند کاری کا جواز مہیا کرتے ہیں اسکے علاوہ مجوزین حضرات قرآن پاک کی ان آیات سے بھی استدلال کرتے ہیں' جن میں جان بچانے کیلئے حالت اضطرار میں حرام چیزوں کے کھانے یا حالت اکراہ میں کلمہ کفر زبان سے ادا کرنے کی اجازت دی گئی ہے۔

ارشاد ربانی ہے: من کفر باللّٰہ من بعد ایمانہ الامن اکرہ وقلبہ مطمئن ' بالایمان ولکن من شرح بالکفر صدراً فعلیھم غضب من اللّٰہ ولھم عذاب عظیم. (النحل' ۱۰۶)

ترجمہ: جو کوئی منکر ہوا اللہ سے یقین لانے کے پیچھے مگر وہ نہیں جس پر زبردستی کی گئی اور اس کا دل برقرار ہے' ایمان پر، لیکن جو کوئی دل کھول کر منکر ہوا سو ان پر غضب ہے اللہ کا اور ان کو بڑا عذاب ہے۔(تفسیر عثمانی)

اسی طرح ایک دوسری جگہ میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: فمن اضطر غیر باغ ولا عاد فلا إثم علیہ

ترجمہ: پھر جو کوئی بے اختیار ہو جائے' نہ تو نافرمانی کرے اور نہ زیادتی' تو اس پر کچھ گناہ نہیں (تفسیر عثمانی)

اسی طرح قرآن پاک کی اس آیت سے بھی استدلال کرتے ہیں۔

ومن أحیاھا فکأنّما أحیا الناس جمیعاً (مائدۃ ۳۲)

ترجمہ: اور جس نے زندہ رکھا ایک جان کو تو گویا زندہ کر دیا سب لوگوں کو۔(تفسیر عثمانی)

اس کے علاوہ یرید اللّٰہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر (الایۃ)

کہ اللہ تعالیٰ آسانی چاہتے ہیں' تنگی نہیں چاہتے وغیرہ آیات سے استدلال کرتے ہیں ان حضرات کا کہنا ہے کہ آسانی اس میں ہے کہ اجتہادی مسائل میں جواز کے پہلو کو ترجیح دی جائے اور اعضاء انسانی کے پیوند کاری کے جواز میں ہی

آسانی ہے' اس کے علاوہ **ما جعل علیکم فی الدین من حرج** (الآیۃ) کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے اوپر دین میں تنگی نہیں رکھی اور عدم جواز کا قول کرنا دین میں تنگی کے مترادف ہے' اس طرح ان حضرات کا استدلال غیر منصوصی مسائل میں آسانی پیدا کرنے کے لئے رسول اللہ ﷺ کے اپنے طرز عمل اور صحابہ کرام کو واضح فرمان کہ **یسروا ولا تعسروا بشروا ولا تنفروا** (الحدیث) کہ آسانی پیدا کرو تنگی مت لاؤ لوگوں کو خوشخبری سناؤ ان کو تنفر مت کرو' سے ہے۔ فرماتے ہیں کہ اسوقت آسانی یہ ہے کہ اعضاء کی پیوندکاری کو جائز قرار دیا جائے

اکابر اہل علم کے فتاویٰ اور فیصلے: چنانچہ ان دلائل کو مدنظر رکھتے ہوئے اکابرین امت اور جبال العلم شخصیات نے انفرادی طور پر اور مختلف کانفرنسوں و سیمناروں میں اجتماعی طور پر فیصلے کئے ہیں جسمیں بعض فتاویٰ اور فیصلے پیش نظر ہیں۔

شیخ عبدالعزیز بن باز کا فتویٰ: الجواب: بوقت حاجت وضرورت گردے کا عطیہ دینے میں کوئی حرج نہیں۔ بشرطیکہ ماہر اطباء کی رائے میں گردہ نکالنے کی صورت میں عطیہ دینے والے کیلئے کوئی خطرہ نہ ہو اور جس کیلئے نکالا گیا ہو' اس کیلئے یہ کارآمد ہو۔ عطیہ دینے والی اس بہن کو ان شاء اللہ اجر و ثواب ملے گا کیونکہ یہ ایک انسانی جان کو لاحق ضرر اور خطرے سے بچانے کیلئے مدد اور احسان ہے اور ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ **واحسنوا ان اللہ یحب المحسنین** (البقرہ) اور نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں: **واللہ فی عون العبد ما کان العبد فی عون اخیہ**" (صحیح مسلم) (فتاویٰ اسلامیہ ج ۴ ص ۴۳۷)

کبار علماء کونسل کا فیصلہ **الحمدللہ والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ وآلہ وصحبہ وبعد:**

کبار علماء کی کونسل نے اپنے تیرھویں اجلاس میں جو شہر طائف میں ماہ شوال ۱۳۹۸ھ کے آخر میں منعقد ہوا' اس تحقیق کو ملاحظہ کیا' جسے بحوث علمیہ والافتاء کی فتوی کمیٹی نے قرنیہ (آنکھ کے سامنے والے شفاف حصے) کی پیوندکاری کے موضوع پر حسب ارشاد جناب چیئرمین برائے ادارہ بحوث علمیہ والافتاء ودعوت وارشاد (حوالہ نمبر ۲/۴۵۷/۲/۱/د) تیار کیا تھا نیز اس بات کو بھی ملاحظہ کیا' جسے ماہرین امراض چشم ڈاکٹروں نے ذکر کیا تھا کہ حالات و واقعات کے مختلف ہونے کے باعث اس طرح کے آپریشن ۵۰ سے ۹۵ فی صد کامیاب ہوتے ہیں۔ مطالعہ و تحقیق اور افکار و نظریات کے تبادلہ کے بعد کونسل نے کثرت رائے سے یہ فیصلہ کیا۔

اولاً: ایک انسان کی موت کے یقینی ہونے کے بعد اس کی آنکھ کے قرنیہ کو دوسرے مضطر مسلمان کی آنکھ میں لگانا جائز ہے۔ جبکہ ظن غالب ہو کہ یہ آپریشن کامیاب رہے گا' اور میت کے وارث منع نہ کریں۔ یہ جواز اس مشہور فقہی قاعدہ کی بنیاد پر ہے کہ دو مصلحتوں میں سے اعلیٰ کو اختیار کیا جاتا ہے اور دو ضرروں میں سے جو زیادہ خفیف ہو تو اس کا ارتکاب کیا جاتا ہے' نیز زندہ انسان کی مصلحت کو مردہ انسان کی مصلحت پر ترجیح دی جاتی ہے' اس آپریشن کے بعد امید ہوتی ہے کہ زندہ انسان بصارت سے محرومی کے بعد دیکھنے لگے گا' نظر کی درستگی سے خود بھی فائدہ اٹھائے گا اور امت کو

بھی اس سے فائدہ پہنچے گا اور اس سے میت کو کوئی نقصان نہیں جس کی آنکھ کے قرنیہ کو لیا جائے کیونکہ اس کی آنکھ تو مرنے کے بعد ریزہ ریزہ ہو کر خاک میں ملنے والی ہے۔ اس کی آنکھ کے قرنیہ کے لینے کی صورت میں مثلہ بھی نہیں ہے کیونکہ اس کی آنکھ تو بند کر دیا جائے گا اور اوپر کی پلک کو نیچے کی پلک کے ساتھ ملا دیا جائے گا۔

ثالثاً: ایک تندرست قرنیہ کی ایسی آنکھ سے منتقلی بھی جائز ہے جس کے بارے میں ڈاکٹر نے آنکھ سے نکال دینے کا فیصلہ کیا ہو جبکہ اس کے باقی رہنے کی صورت میں خطرہ ہو تو اسے کسی دوسرے مضطر مسلم کو لگانا جائز ہے۔ کیونکہ اسے تو دراصل اس انسان کی صحت کی حفاظت کے لئے نکالا گیا تھا اور اب کسی دوسرے انسان کو اس کے منتقل کر دینے کی صورت میں اسے کوئی نقصان نہیں۔ جبکہ دوسرے انسان کو اس سے فائدہ حاصل ہو رہا ہے تو یہ جائز ہے کیونکہ یہ عین تقاضائے شریعت کے مطابق ہے۔

وباللہ التوفیق وصلی اللہ علی نبینا محمد وآلہ وصحبہ وسلم

............کونسل کبار علماء............(فتاویٰ اسلامیہ ج ۴ ص ۴۳۴)

شیخ وھبۃ الزحیلی کا فتویٰ: شیخ وھبۃ الزحیلی نے ایک استفتاء کے جواب میں لکھا ہے "یجوز بما عدا الاعضاء التناسلیہ لأن الحی أفضل من المیت وھذہ الأعضاء بعد الدفن یاکلھا الدود" (فتاویٰ العصر ص ۲۱۹)

اعضاء تناسل کے علاوہ دوسرے اعضا کا عطیہ دینا جائز ہے۔ اس لئے کہ زندہ آدمی مردے سے افضل ہے اور مردے کے اعضاء دفنانے کے بعد کیڑے کھالیں گے۔

مجلس المجمع الفقہی کا متفقہ فیصلہ: اسی طرح اعضاء کی پیوند کاری کے بارے میں مجلس المجمع الفقہی کا مکہ مکرمہ میں مورخہ ۲۸ ربیع الثانی ۱۴۰۵ھ کو اجلاس ہوا اور اس موضوع پر غور کیا گیا کہ ایک انسان کے بعض اعضاء لے کر دوسرے ضرورت مند انسان کے اندر پیوند کر دیا جائے تاکہ اس کے ناکارہ عضو کا بدل بن سکے' جدید طب نے اسے ممکن بنا کر جدید وسائل کے ذریعہ اہم کارنامے انجام دیئے ہیں......

اکیڈمی نے اعضاء کے نقل و پیوند کاری کے موضوع پر فقہاء معاصرین کے اختلافات اور ہر فریق کے دلائل نقل کیے ہیں' اس موضوع پر بحث ومناقشہ کے بعد اجلاس کا خیال ہے کہ قائلین جواز کے استدلال ہی راجح ہیں' اس لئے اجلاس درج ذیل فیصلے کرتا ہے۔

(۱) کسی زندہ انسان کے جسم سے کوئی عضو لینا اور اسے دوسرے انسان کے جسم میں لگا دینا جو اس کی ضرورت مند ہو' اپنی زندگی بچانے کے لئے یا اپنے بنیادی اعضاء کے عمل میں سے کسی عمل کو واپس لانے کے لئے جائز عمل ہے۔ جو عضو دینے والے کی نسبت سے کرامت انسانی کے منافی نہیں ہے اور عضو لینے والے کے حق میں نیک تعاون اور بڑی مصلحت کا کام ہے جو ایک مشروع اور قابل تعریف عمل ہے' بشرطیکہ درج ذیل شرائط موجود ہوں۔

۱۔ عضو کے لینے سے اس کی عام زندگی کو نقصان پہنچانے والا ضرر نہ لاحق ہوتا ہو، کیونکہ شریعت کا اصول ہے کہ کسی نقصان کے ازالہ کے لئے اسی جیسے یا اس سے بڑے نقصان کو گوارہ نہیں کیا جائے گا۔ اور چونکہ ایسی صورت میں عضو کی پیشکش اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنے کے مترادف ہوگا جو شرعاً ناجائز ہے۔

۲۔ عضو دینے والے رضا کار نے اپنی خواہش سے اور بغیر کسی دباؤ کے دیا ہو۔

۳۔ ضرورت مند مریض کے علاج کے لئے یہ عضو کی پیوند کاری ہی طبی نقطہ نظر سے تنہا ممکن ذریعہ رہ گیا ہو۔

۴۔ عضو لینے اور عضو لگانے کے عمل کی کامیابی غالباً یا عادۃً یقینی ہو الخ......

۱۔ شیخ عبدالعزیز بن باز (رئیس مجلس المجمع الفقہی)

۲۔ ڈاکٹر عبداللہ عمر نصیف (نائب رئیس)

ممبران: (۱) عبداللہ عبدالرحمٰن البسام (۲) صالح بن فوزان بن عبداللہ

(۳) محمد بن عبداللہ بن السبیل (۴) مصطفیٰ احمد الزرقاء (۵) محمد محمود الصواف

(۶) صالح بن عثیمین (۷) محمد رشید قبانی (۸) محمد الشاذلی العفیر (۹) ابو بکر جومی

(۱۰) محمد بن جبیر (۱۱) ڈاکٹر احمد فہیم ابوسنہ (۱۲) محمد الحبیب بن الخوجہ (۱۳) ڈاکٹر ابوبکر ابوزید

(۱۴) مبروک بن مسعود العوادی (۱۵) محمد بن سالم عبدالودود (۱۶) ڈاکٹر طلال عمر بافقیہ

(بحوالہ عصر حاضر کے پیچیدہ مسائل کا شرعی حل ص۱۵۷)

ڈاکٹر محمد یوسف قرضاوی صاحب کا فتویٰ:

ڈاکٹر قرضاوی صاحب سے اس موضوع کے متعلق ایک سوال کیا گیا تو آپ نے اس کا تفصیلی اور مدلل جواب دیا ہے اس جواب میں آپ لکھتے ہیں:

فكما يجوز للانسان التبرع بجزء ماله لمصلحة غيره ممن يحتاج إليه لمكذلك يجوز له التبرع بجزء من بدنه ممن يحتاج إليه." (فتاوی معاصرہ ج ۲. ص ۵۸۵)

جس طرح ایک انسان کے لئے جائز ہے کہ وہ مصلحت کے تحت کسی محتاج شخص کو اپنے مال میں سے کچھ صدقہ کے طور پر دے دے تو اسی طرح اپنے بدن کا بھی کوئی حصہ محتاج شخص کو دینا جائز ہے۔

مولانا جمیل احمد نذیری صاحب کی رائے گرامی:

احقر کا رجحان اس طرف ہے کہ فقہی اصطلاح کے مطابق ضرورت واضطرار کی حالت میں کہ جب کسی انسان کی جان جانے کا خطرہ ظن غالب کے درجے میں ہو تو دوسرے انسان خواہ زندہ ہو یا مردہ کے عضو سے پیوند کاری کی گنجائش ہے اور اس سلسلہ میں مختلف مسالک کے ان فقہاء کرام کے اقوال کو مدار بنایا جاسکتا ہے جو المغنی ج ۸ ص ۱۰۷

اور شرح المہذب للنووی ج ۹ ص ۴۴، ۵۰ پر منقول ہیں جو حربی، مرتد کو قتل کر کے اسکا گوشت کھا کر جان بچانے یا مردہ ہو تو بھی اس کا گوشت کھا کر جان بچانے کی اجازت دی گئی ہے۔ (جدید فقہی مباحث، ج ۱ ص ۲۲۲)

مولانا نظام الدین صاحب، ناظم امارت شرعیہ بہار اڈیسہ کی رائے گرامی:

۳۔ اعضاء انسانی کے نقص کو دور کرنے کیلئے انسانی اعضاء کا استعمال میرے خیال میں اگر کوئی انسان اپنا کوئی عضو کسی دوسرے انسان کی زندگی بچانے کے لئے دیوے جبکہ اس نے خود اس کی زندگی کو ظن غالب میں کوئی خطرہ نہ ہو تو یہ بالکل درست ہے، اور ایثار کی اعلیٰ مثال ہے، البتہ اس کی بیع وشراء (خرید وفروخت) درست نہیں۔

میرے خیال میں یہ صرف زندہ انسانوں کے لئے درست ہے، مردہ انسان خواہ وہ اپنی زندگی میں اس کی اجازت دے چکا ہو یا اس کے ورثا اس کی اجازت دیں، مردہ کے اعضاء کا نکالنا درست نہیں۔

اس صورت میں مردہ انسان کے جسم کے تمام حصوں کو زندہ انسانوں کے مفاد میں استعمال کیا جا سکتا ہے۔ اس لئے کہ اب وہ اس مردہ کے کسی کام کے نہیں ہیں۔ (جدید فقہی مباحث ج ۱، ص ۲۳۰)

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب کی رائے گرامی: محقق زمانہ حضرت علامہ مولانا سیف اللہ رحمانی صاحب نے اس موضوع پر ایک تفصیلی مقالہ تحریر فرمایا ہے، جو "جدید فقہی مسائل" میں شائع بھی ہو چکا ہے، آپ مدظلہ کافی بحث و مباحثہ کے بعد خلاصہ بحث کے عنوان کے تحت لکھتے ہیں۔ پس ان مباحث کا حاصل یہ ہے کہ

(۱) اعضاء انسانی کی پیوند کاری کے لئے جو طبی طریقہ ایجاد ہوا ہے اس میں توہین انسانیت نہیں ہے۔

(۲) اسلئے جائز ہے بشرطیکہ اس کا مقصود کسی مریض کی جان بچانا یا کسی اہم جسمانی منفعت کو لوٹانا ہو جیسے بینائی۔

(۳) اور طبیب حاذق نے بتایا ہو کہ اس کی وجہ سے صحت کا غالب گمان ہے۔

(۴) غیر مسلم کے اعضاء بھی مسلمان کے جسم میں لگائے جا سکتے ہیں۔

(۵) مردہ شخص سے عضو لیا جا رہا ہو تو ضروری ہوگا کہ خود اس نے زندگی میں اجازت دی ہو، اس لئے کہ وہ ایک حد تک اپنے جسم کا مالک ہے، نیز اس کے ورثاء کا بھی اس کے لئے راضی ہونا ضروری ہے کیونکہ اب وہی اس کے ولی ہیں اسی لئے مقتول کا قصاص طلب کرنے کا حق انہیں کو حاصل ہوتا ہے۔

(۶) زندہ شخص کا عضو حاصل کیا جا رہا ہو تو ضروری ہے کہ خود اس نے اجازت دی ہو اور اس وجہ سے خود اس کو ضرر شدید نہ ہو۔ (جدید فقہی مسائل ۵/۵۸)

ملائشیاء میں بین الاقوامی کانفرنس کا فیصلہ:

چونکہ یہ ایک معرکۃ الآ راء مسئلہ ہے اس لئے اس کے حل کے لئے دنیا بھر میں انفرادی طور پر اور اجتماعی طور پر کوششیں کی گئی ہیں۔ ان کوششوں کی ایک کڑی یہ بھی تھی کہ ملائشیا، میں ایک بین الاقوامی کانفرنس منعقد ہوئی تھی، جس

میں اعضاء کی پیوندکاری کے مسئلہ پر بحث کرنے کے لئے ایک کمیٹی بنائی گئی تھی' اس کمیٹی نے یہ رائے قائم کی کہ اعضاء کی پیوندکاری کا عمل جائز تو ہے مگر اس کے لئے درج ذیل شرائط ہیں:

(۱) پہلی شرط یہ ہے کہ مریض اضطراری حالت میں ہو اور اس کی زندگی بظاہر اس عمل سے بچ سکتی ہو اور کوئی دوسرا متبادل علاج موجود نہ ہو۔

(۲) دوسری شرط یہ ہے کہ جس کے جسم سے دل یا دوسرا ایسا عضو لیا جارہا ہو جس کے بغیر وہ طبی اصول کے مطابق زندہ نہ رہ سکتا ہو تو اس صورت میں ضروری ہے کہ مریض کی موت کا یقین حاصل کرلیا جائے۔

(۳) تیسری شرط یہ ہے کہ اس بات کا یقین اور احتیاطی تدابیر کا علم حاصل کرلیا جائے کہ اعضاء کی پیوندکاری کا یہ عمل انسانوں کے قتل یا انسانی اعضاء کی تجارت اور کاروبار کا ذریعہ نہیں بنے گا۔

(۴) اور چوتھی شرط یہ ہے کہ میت کے وارثوں کی رضامندی حاصل کرلی گئی ہو' یا مرنے والے نے وصیت کی ہو کہ میرے جسم کا فلاں عضو لے لیا جائے۔ (مجلہ البحوث الاسلامیہ :ریاض بحوالہ تفہیم المسائل ۳/۱۸۵)

<u>دوسرے فقہی سیمینار کا فیصلہ:</u>

دوسرا فقہی سیمینار جامعہ ہمدرد نئی دہلی میں ۸ تا ۱۱ دسمبر ۱۹۸۹ء بمطابق ۸ تا ۱۱ جمادی الاول ۱۴۱۰ھ منعقد ہوا' جس میں ہندوستان کے بیشتر معروف وعلمی وتحقیقی مراکز بیرون ملک سے ستر (۷۰) سے زیادہ علماء ومحققین ارباب افتاء اور دانشور شریک ہوئے۔ اس سیمینار میں یہ فیصلہ کیا گیا کہ:

(۱) اسی طرح ایک انسان کے جسم کا ایک حصہ اسی انسان کے جسم میں بوقت حاجت استعمال کیا جانا جائز ہے۔

(۲) اعضاء انسانی کا فروخت کرنا حرام ہے۔

(۳) اگر کوئی مریض ایسی حالت میں پہنچ جائے کہ اس کا کوئی عضو اس طرح بیکار ہو کر رہ گیا ہے کہ اگر اس عضو کی جگہ کسی دوسرے انسان کا عضو' اس کے جسم میں پیوند نہ کیا جائے تو قوی خطرہ ہے کہ اس کی جان چلی جائے گی۔ اور سوائے انسانی عضو کے کوئی دوسرا متبادل اس کی کو پورا نہیں کرسکتا اور ماہر قابل اعتماد اطباء کو یقین ہے کہ سوائے عضو انسانی کی پیوندکاری کی صورت میں ماہر اطباء کو ظن غالب ہے کہ اس کی جان بچ جائے گی' اور متبادل عضو انسانی اس مریض کے لئے فراہم ہے' تو ایسی ضرورت' مجبوری اور بے کسی کے عالم میں عضو' انسانی کی پیوندکاری کرا کر اپنی جان بچانے کی تدبیر کرنا مریض کے لئے مباح ہوگا۔

(۴) اگر کوئی تندرست شخص ماہر اطباء کی رائے کی روشنی میں اس نتیجہ پر پہنچتا ہے کہ اگر اس کے دو گردوں میں سے ایک گردہ نکال لیا جائے تو بظاہر اس کی صحت پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔ اور وہ اپنے رشتہ دار مریض کو اس حال میں دیکھتا ہے کہ اس کا خراب گردہ اگر نہیں بدلا گیا تو بظاہر حال اس کی موت یقینی ہے اور اسکا کوئی متبادل موجود نہیں ہے تو

ایسی حالت میں اس کے لئے جائز ہوگا کہ وہ بلا قیمت اپنا ایک گردہ اس مریض کو دے کر اس کی جان بچالے۔

(۵) اگر کسی شخص نے ہدایت کی کہ اس کے مرنے کے بعد اس کے اعضاء پیوند کاری کے لئے استعمال کئے جائیں‘ جسے عرف عام میں وصیت کہا جاتا ہے‘ از روئے شرع اسے اصطلاحی طور پر وصیت نہیں کہا جاسکتا اور ایسی وصیت اور خواہش شرعاً قابل اعتبار نہیں۔

(نوٹ: مولانا برہان الدین سنبھلی صاحب کو دفعہ ۴-۵ سے اتفاق نہیں ہے)

الجزائر کے علماء کا فتویٰ:

سعودی عرب کے علمی تحقیقاتی اور دعوت وارشاد کے اداروں کے رئیس شیخ عبدالعزیز بن باز نے عالم اسلام کے مختلف علمی مراکز کو خطوط لکھے تھے جن میں انسانی اعضاء کی پیوند کاری کے بارے میں انکی رائے طلب کی تھی۔ الجزائر کی تعلیم اور مذہبی امور کی وزارت نے اپنے ملک کی کمیٹی برائے افتاء کی جو رائے ارسال کی تھی اس کا خلاصہ یہ ہے کہ: مسلمان ڈاکٹروں نے کمیٹی کے استفسار پر بتایا کہ کسی صحت مند شخص کا گردہ نکال کر اگر کسی مریض کو لگادیا جائے جسکے گردوں نے کام چھوڑ دیا ہو اور اس کی زندگی شدید خطرے میں ہو تو اس کی زندگی بچ سکتی ہے اور گردے کا عطیہ دینے والا ایک گردے سے کافی مدت تک زندہ رہ سکتا ہے اور معمول کی زندگی گزار سکتا ہے اسی طرح دل اور آنکھ اگر میت کے جسم سے فوری طور پر نکال کر مریض کو لگا دیئے جائیں تو صحتیاب ہونے کی قوی امید ہوتی ہے، بشرطیکہ دل اور آنکھ کا قرنیہ امراض سے محفوظ ہو۔ ڈاکٹروں نے یہ بھی کہا ہے کہ پیوند کاری کے یہ عملیات اگر ڈاکٹری اصولوں کے مطابق کئے جائیں تو کامیاب ہوجاتے ہیں اور ہزاروں لاکھوں مریضوں کو ان عملیات سے فائدہ پہنچتا ہے۔ کمیٹی نے اطباء کا بیان سننے اور علماء کیساتھ بحث ومباحثہ کے بعد یہ رائے قائم کی ہے کہ زندہ انسان سے خون لیکر مریض کو دینے یا کوئی عضو (مثلاً گردہ) نکال کر مریض کو لگانے کیلئے ایک شرط تو یہ ہے کہ اس سے اس کی موت کا خطرہ بھی نہ ہو اور ضرر پہنچنے کا کوئی اندیشہ بھی نہ ہو اگر عطیہ دینے والے کی موت یا یا ضرر پہنچنے کا خطرہ ہو تو پھر یہ عمل جائز نہیں ہے اور میت کا عضو لے کر پیوند کاری کرنا اسی وقت جائز ہے کہ ڈاکٹروں کو پورا یقین ہوجائے کہ موت واقع ہوگئی ہے اور جسم میں زندگی کا کوئی اثر باقی نہیں رہا اگر معمولی سا شک بھی ہو کہ مریض ابھی زندہ ہے تو اسکا کوئی عضو لینا جائز نہیں ہے۔ اسلئے کہ ایسی صورت حال میں جسم کو چاک کرنا قتل عمد کے مترادف ہے۔ (تفہیم المسائل ۳/۱۸۳)

مفتی نظام الدین اعظمی کا فتویٰ:

ہاں اگر اضطراری صورت میں ایسی ہوجائے کہ احشاء جسم (اندرون جسم) میں مثلاً گردہ‘ پھیپھڑا‘ جگر‘ دل وغیرہ میں سے کوئی اس درجہ خراب ہوجائے کہ اس کو نکال کر اس کی جگہ دوسرا لگانا ضروری ہوجائے اور ماہر معالجوں کے نزدیک جانبری کے لئے اور زندگی بچانے کیلئے اس عمل کے بغیر چارہ نہ رہے‘ بلکہ یہی عمل متعین ہوجائے اور صحت وابقاء زندگی کا گمان غالب حاصل رہے‘ تو اس اضطراری حالت میں جان باقی رکھنے کے لئے اس عمل کے بقدر اضطرار گنجائش ہوسکے گی۔ (نظام الفتاویٰ ۱/۳۸۶)

(جاری ہے)